بنو ہاشم اور بنو اُمیّہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

تاریخ اسلام میں بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کی خاندانی رقابت اور چشمک پر بسا اوقات ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہمارے مشرقی مصنفین خاص طور سے اردو کے سیرت نگار اور مورخین سب سے زیادہ جوش وخروش کا مظاہرہ کرتے ہیں[1]۔ مشہور عام اور مقبول ترین خیال یہ ہے کہ اسلام کے ظہور کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور عداوت میں اموی خاندان کے افراد سب سے پیش پیش تھے[2]۔ اس عداوت کے اسباب عموماً اسلام سے پہلے کے جاہلی عرب کی قبائلی تنظیم میں تلاش کئے جاتے ہیں اور ثابت یہ کیا جاتا ہے کہ یہ

---

[1] شبلی نعمانی، سیرت النبی، دار المصنفین اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۳۲۲ھ، جلد اول، صفحہ ۱۹۸۔ "خاندان ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں مدت سے رشک ورقابت چلی آرہی تھی"۔ قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین لاہور ۱۹۲۱ء، جلد دوم صفحہ ۱۶۱-۶۲۔ نیز ملاحظہ ہو نکولسن (NICHOLSON) Aliterary History of the Arabs لندن ۱۹۲۳ء، ص ۶۵۔ لیکن بعض مغربی مورخین اور مستشرقین نے اس روایتی رقابت پر اپنے شکوک کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ دور کے اہم ترین سوانح نگار منٹگمری واٹ Montgomery Watt کے خیالات ان کی کتاب Muhammad at Mecca میں بہت اہم ہیں جس کے حوالے آئندہ جا بجا آئیں گے۔

[2] شبلی نعمانی، صفحہ ۲۰۱ کے الفاظ ہیں "آنحضرت صلعم کی نبوت کو خاندان بنو امیہ اپنے رقیب (ہاشم) کی فتح خیال کرتا تھا اس لئے سب سے زیادہ اسی قبیلہ نے آنحضرت کی مخالفت کی"۔

عداوت دونوں خاندانوں کی قدیم دشمنی کا نتیجہ تھی ——— جو ان کے مورث اعلیٰ یعنی ہاشم اور امیہ کے دور سے چلی آرہی تھی[1] اس میں شک نہیں کہ ہمارے بعض قدیم مورخین ہاشم اور امیہ کے خاندانوں کے درمیان دو موقعوں پر منافرت کا حوالہ دیتے ہیں[2]۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ شخصی منافرت خاندانی رقابت اور قومی چشمک میں تبدیل ہوگئی تھی اور اس کے اثرات اتنے دیرپا تھے کہ نسل در نسل منتقل ہوتے رہے؟ اور کیا بنو ہاشم اور بنو امیہ زمانہ قبل اسلام میں ایسے ہی دشمن تھے جیسا کہ ثابت کیا جاتا ہے؟ ان تمام سوالات کے جواب کے لئے ہم کو قبیلہ قریش جس کے یہ دونوں خاندان رکن تھے کی تاریخ کے اوراق الٹنے ہوں گے۔

ابن اسحاق[3] اور ابن سعد[4] کی روایت کے مطابق قریش کا لقب خاندان ہاشم اور خاندان امیہ کے جد امجد قصی بن کلاب کو ملا تھا[5] جو مورخین کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھبیسویں پشت میں اور فہر بن مالک کی چھٹی نسل میں تھے[6]۔ قصی نے قریش کے مختلف خاندانوں کو جو اس وقت تک بنو نضر[7] یا بنو فہر کہا جاتا تھا متحد کیا اور مکہ کی سیادت قبیلہ خزاعہ سے منافرت کے ذریعہ حاصل کی تھی[8] تاہم یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے

---

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت ۱۹۶۰ء، جلد اول صفحہ ۷۶، ابن جریر طبری، تاریخ طبری، دار المعارف، القاہرہ ۱۹۶۱ء، جلد دوم صفحہ ۲۵۱-۲۵۲، شبلی نعمانی، صفحہ ۱۹۸، رحمۃ للعالمین، صفحہ ۲۲-۱۷۱ [2] ابن سعد صفحہ ۷۶، طبری صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳

[3] ابن اسحاق، سیرۃ رسول اللہ، انگریزی ترجمہ بعنوان The Life of Muhammad اے گلیوم A. Guillaume آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۵۵ء، صفحہ ۵۲-۹-۴۸

[4] ابن سعد، صفحہ ۶۹-۶۸، شبلی، صفحہ ۱۵۲، حاشیہ ۱

[5] ازرقی، کتاب اخبار مکہ، مرتبہ فرڈی ننڈ وسٹنفلڈ (Ferdinand Wüstenfeld) بیروت ۱۹۶۴ء، صفحہ ۶۶-۶۷، طبری اردو ترجمہ محمد ابراہیم ندوی، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء صفحہ ۴۸،۴۷

[6] بخاری، الصحیح، باب مبعث النبی، ابن اسحاق، صفحہ ۳، ابن سعد، صفحہ ۶۶-۵۵، طبری، صفحہ ۴۶-۱۴ [7] ابن سعد، صفحہ ۷۱ [8] ابن اسحاق، صفحہ ۵۲-۹-۴۸ ابن سعد صفحہ ۹-۷۰ ازرقی صفحہ ۶۳-۶۲ طبری صفحہ ۳-۲۵۴ شبلی نے ابن اسحاق اور ابن سعد کی (۱۱) روایت کو قبول کیا ہے جس کے مطابق قصی کو مکہ کی سرداری خزاعی سردار حلیل بن حبشیہ کی بیٹی حبّی سے شادی کرنے کی بنا پر حاصل ہوئی تھی مگر دوسرا قدیم مورخین کی ایک روایت پہلی روایت کی نفی کرتی ہے۔

کہ قصی بن کلاب کو اپنی تمام جاہ وحشمت کے باوجود مکہ کی مکمل سرداری حاصل نہ تھی اور نہ ہی ان سے قبل قبیلۂ خزاعہ کو تمام اختیارات حاصل تھے۔ دراصل مکہ کی سیاست اشرافیہ (Oligarchy) کے اصولوں پر قائم تھی جس میں شہر کے تمام سربرآوردہ خاندانوں کو نمائندگی حاصل تھی مختلف روایات کی تحقیق و تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ حجابہ (تولیت کعبہ)، سقایہ (حجاج کے لئے پانی کی فراہمی) رفادہ (حجاج کے لئے کھانے کا انتظام) قیادہ (فوجی کمان) اور لواء (جنگ میں قومی پرچم اٹھانے کا اعزاز) قصی کو خزاعہ سے حاصل ہوا تھا[۱]۔ قصی نے دارالندوہ[۲] کی بنیاد ڈال کر اس کی تولیت بھی اپنے پاس رکھی تھی جس سے ان کے وقار میں اضافہ ہوا تھا۔ ان اختیارات و عہدوں کے علاوہ بعض اہم عہدے بنو نضر کے دوسرے خاندانوں میں نسل در نسل چلے آرہے تھے چنانچہ سفارت و منافرت کے عہدے قصی کے دادا مرہ بن کعب کے بھائی عدی بن کعب کے خاندان میں منتقل ہوتے رہے جبکہ دیت و مغارم بنو تیم کے پاس، قبہ (سوار فوج کی سالاری اور خیمہ و خرگاہ کا انتظام) بنو مخزوم کے پاس، ازلام و الیسار (خانہ کعبہ میں فال کے امور کا عہدہ) بنو جمح کے خاندان میں، مشورہ

---

۱ ابن اسحاق، ص ۵۳-۵۲، ابن سعد، ص ۷۰، ارزقی ص ۶۴، طبری ص ۲۴۳، شبلی ص ۱۵۳۔ صرف ارزقی نے قیادہ کا ذکر کیا ہے۔ باقی عام مورخین اس عہدہ کا عام طور سے ذکر نہیں کرتے ہیں۔ مکی سیاست میں قیادہ کا عہدہ بہت اہم ہوتا تھا اور عملی طور پر اس پر فائز شخص قریش کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ حیرت ہے کہ مورخین اتنے اہم عہدے کا ذکر کیوں نظر انداز کر جاتے ہیں؟ مورخین کی اس روش سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس عہدہ کو نظر انداز کرنے کا سبب یہ تو نہیں تھا کہ قصی کی تیسری پیڑھی میں یہ عہدہ عبد شمس کو ملا تھا اور پھر ان ہی کے خاندان میں بعثت نبوی کے عہد تک قائم رہا۔

۲ ابن سعد، ص ۷۰۔ نیز ابن اسحاق، ص ۵۳-۵۲۔ طبری ص ۲۴۴، شبلی ص ۱۵۳ یہاں شبلی کے اس خیال کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قصی نے سقایہ اور رفادہ کے عہدے قائم کئے تھے شبلی کا یہ خیال تاریخی حقیقت کے خلاف ہے۔ اسی طرح سقایہ کے عہدے کے سلسلہ میں زمزم کا ذکر بھی تاریخی حقیقت کے منافی ہے کیونکہ زمزم مدتوں سے گم تھا اور اس کو قصی کے پڑپوتے عبدالمطلب بن ہاشم نے بازیافت کیا تھا۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۶۱-۵۸، ابن سعد ص ۸۳، شبلی ص ۱۵۶

(قریش کی مجلس شوریٰ کی سالاری) بنو اسعد کے افراد ہیں اور اموال (الکعبہ کی آمدنی کی دیکھ بھال اور خزانہ کا اہتمام) بنو سہم کے ہاتھ میں ایک نسل سے دوسری نسل کو وراثت میں ملتے رہے[۱]۔ عہدوں اور مناصب کی اس تصریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ کی سیاست میں قصی بن کلاب ہی سب کچھ نہیں تھے اور مورخین کے اس بیان کے باوجود کہ وہ اپنی قوم کے بادشاہ کے مانند تھے دوسرے خاندانوں کی مکی سیاست میں شراکت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم یہ بات تسلیم ہے کہ قصی اپنی شخصیت اور کارناموں کے سبب مکہ کے قبائلی شیوخ میں سب سے زیادہ ممتاز شیخ تھے۔

عام مورخین کے مشہور ترین روایت کے مطابق قصی بن کلاب نے اپنی موت کے وقت اپنے تمام مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کے حوالے کر دیئے تھے[۲] مگر ابن سعد کی ایک اور روایت کے مطابق عبدمناف اپنے باپ قصی کے جانشین بنے تھے[۳]۔ بہرکیف اس مشہور روایت کے مطابق عبدمناف کے بیٹے ہاشم نے اپنے تین اور بھائیوں عبدشمس، عبدمطلب اور نوفل کی متحدہ کوششوں سے بنو عبدالدار سے ان کے عہدوں کو چھین لینے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں قریش تین گروہوں میں بٹ گیا[۴]۔ آخر کار اس امر پر صلح ہوگئی کہ خاندان عبدمناف کو سقایہ اور رفادہ دے دیئے جائیں اور بقیہ

---

[۱] ابن عبدربہ، العقد الفرید، قاہرہ ایڈیشن، جلد سوم ص ۳۱۵ [۲] ابن اسحاق، صفحہ ۵۶: ابن سعد صفحہ ۷۳، طبری صفحہ ۱۰۹۹

[۳] ابن سعد، صفحہ ۷۷، نیز طبری، صفحہ ۱۰۹۴ حیرت ہے کہ شبلی صفحہ ۱۵۱ نے دونوں روایتیں قبول کرلی ہیں۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے عبدالدار کو "سب بھائیوں میں نالائق" بنایا ہے جو قدیم مورخین کے بیانات کی صریح نفی کرتا ہے

[۴] ابن سعد، صفحہ ۷۷ کے مطابق مختلف خاندانہائے قریش کی گروہ بندی حسب ذیل ہے۔

گروہ الف / المطیبون (خاندان عبدمناف کے حامی)	گروہ ب / الاحلاف (خاندان عبدالدار کا حامی)	گروہ ج / (غیر جانبدار)
۱۔ بنو اسد	۱۔ بنو مخزوم	۱۔ بنو عامر بن لوی
۲۔ بنو زہرہ	۲۔ بنو سہم	۲۔ بنو محارب بن فہر
۳۔ بنو تیم	۳۔ بنو جمح	
۴۔ بنو حارث بن فہر	۴۔ بنو عدی	

مصعب زبیری، کتاب نسب قریش صفحہ ۲۰۸ میں اول الذکر دو گروہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تیسرے کا نہیں۔

عہدے یعنی حجابہ، لواء اور دار الندوہ بدستور خاندان عبد الدار میں رہیں[1]۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچ عہدوں کے سوا بقیہ سات یا آٹھ مناصب قریش کے دوسرے خاندانوں کے پاس حسب دستور سابق موجود رہے۔ گویا کہ بنو عبد الدار کے خلاف ہاشم اور ان کے بھائیوں کا متحدہ محاذ مکہ کی سیادت کا مکمل حصول نہیں تھا بلکہ اس میں صرف اپنے حصہ کو پالینے کی خفیف خفت پنہاں تھی۔ مگر یہ مشہور عام روایت ازرقی کی روایت سے جو نسبتاً غیر معروف ہے قطعی مختلف ہے۔ اخبار مکہ کے بیان کے مطابق قصی بن کلاب نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ مناصب اپنے دو بیٹوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیئے تھے۔ چنانچہ بڑے بیٹے عبد الدار کو حجابہ، لواء اور دار الندوہ ملے تھے جبکہ عبد مناف کے حصہ میں سقایہ، رفادہ اور قیادہ آئے تھے[2]۔ عبد مناف نے اپنی موت کی گھڑی میں قبائلی تنظیم کے مطابق سقایہ اور رفادہ ہاشم کو اور قیادہ کا اہم منصب عبد شمس کو عطا کر دیا تھا[3] جو ظاہر ہے کہ ایک منطقی تقسیم معلوم ہوتی ہے ازرقی کے اس بیان کے مطابق ہاشم کے لئے بنو عبد الدار سے مناصب کے لئے الجھنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اس لئے وہ ہاشم اور عبد الدار کے خاندان کے درمیان ہونے والے مبینہ اختلاف کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے۔ ازرقی کی روایت قرین قیاس اور زیادہ منطقی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسلام سے قبل کے جاہلی نظام میں جبکہ مرکزیت کا کوئی تصور نہیں تھا یہی مناسب ترین حکمت عملی ہو سکتی تھی۔ مزید یہ کہ عام مورخین کے یہاں اس مسئلہ پر کافی اختلاف، الجھن اور تضاد نظر آتا ہے

---

[1] ابن اسحاق، صفحہ ۵۶-۷، ابن سعد، صفحہ ۷۸؛ واٹ صفحہ ۵، شبلی صفحہ ۱۵۴-۵۔ ان تمام عام مورخین میں صرف طبری واحد مورخ ہیں جو اس تصادم کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ ازرقی کی تائید کرتے ہیں ملاحظہ ہو اگلا حاشیہ طبری۔ نیز منٹگمری واٹ صفحہ ۵ کا یہ خیال صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ اس صلح کے بعد عبد الدار کی حیثیت محض برائے نام رہ گئی تھی اور عبد مناف مکہ کے مالک بن گئے تھے۔ عبد الدار کے پاس اب بھی تین اہم عہدے تھے جس سے ان کے مقام کا درجہ ظاہر ہے۔

[2] ازرقی، صفحہ ۶۶ [3] ایضاً صفحہ ۶۶۔ طبری صفحہ ۳۷ کا یہ بیان کہ "ہاشم اپنے باپ عبد مناف کے بعد سقایہ اور رفادہ کے مالک بنے" بہت اہم ہے۔ اگرچہ وہ عبد شمس کو قیادہ کا منصب ملنے کے ذکر کو نظر انداز کرتے ہیں۔ تاہم ان کی روایت بنو عبد مناف اور بنو عبد الدار کے درمیان مبینہ تصادم کی روایت کی نفی کرتی ہے۔

جس سے مغربی مصنفین کے اس شبہ کو حقیقت کا روپ ملتا ہے کہ عباسی عہد کے مورخین نے اپنے جدامجد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لئے [1] دوسرے قریشی خاندانوں کو عموماً اور خاندانِ اُمیہ کو خصوصاً گرانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ہاشم اور امیہ کے درمیان پہلے منافرہ اور پھر ایک نسل بعد ان دونوں خاندانوں میں حرب بن اُمیہ اور عبدالمطلب بن ہاشم کے درمیان دوسرے منافرہ کا ذکر اسی کوشش کی غیر تاریخی یا کم از کم غیر منطقی دلیل ہے۔ اگر مختلف روایات کا معروضی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے تو بلا کسی شک و شبہ کے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو مکی سیاست یا بین الاقوامی تجارت میں وہ مقام دراصل حاصل نہ تھا جو ہماری متداول کتب سیرو تاریخ ثابت کرنا چاہتی ہیں[2]۔ چنانچہ تمام روایات کے متفقہ بیانات کے مطابق ہاشم کو مکہ کی اشرافی سیاست میں صرف دو منصب حاصل تھے جبکہ دوسرے قریشی خاندانوں کے پاس کم و بیش آٹھ عہدے تھے۔ اگرچہ اس میں سے امیہ کو صرف ایک عہدہ حاصل تھا لیکن اگر اسے عربوں کی جنگوں بھری تاریخ کے پس منظر میں دیکھا جائے تو سیاسی لحاظ سے قیادہ اہم ترین عہدہ تھا۔ جہاں تک ہاشم کی مقامی اور بین الاقوامی تجارت میں حیثیت کا تعلق ہے وہ منفرد نہیں تھی کیونکہ ان کے تین بھائیوں عبدشمس، مطلب اور نوفل نے مساوی مقام پیدا کیا تھا [3] اور ایک روایت کے مطابق عبدشمس بین الاقوامی تجارت میں زیادہ اہم حیثیت کے مالک تھے [4]۔ ہمارے

---

[1] مورخین کے تضاد کو ظاہر کرنے کے لئے صرف ایک نکتہ کا ذکر کافی ہے۔ مشہور روایت کے مطابق ہاشم نے بنو عبدالدار سے لڑ کر سقایہ اور رفادہ کے مناصب حاصل کئے تھے مگر دوسری روایت کے بعد ان کو یہ عہدے باپ سے وراثت میں ملے تھے۔ تعجب ہے کہ واٹ ص۵ نے بھی اس تصادم کی روایت کو قبول کر لیا ہے۔ [2] واٹ ص۱۳۔ [3] ابن سعد ص۷۸-۷۵، طبری، ص۷-۳، شبلی، ص۱۵۵ [4] طبری، ص۷-۳، کا یہ بیان بہت اہم ہے کہ "عبد مناف کے چاروں بیٹے اپنے باپ کے بعد قوم کے سردار ہوئے۔ ان کو مجبّرون کہتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے اللہ نے قریش کی حالت درست کر دی۔ انھیں نے سب سے پہلے قریش کے لئے دوسرے ملکوں میں سکونت کے لئے اجازت نامے حاصل کئے۔ اس کی وجہ سے قریش دور دور تک پھیل گئے۔ ہاشم نے شاہانِ روم اور غسانیوں سے، عبدشمس نے نجاشی حبشہ سے، نوفل نے کسریٰ ایران سے اور مطلب نے ملوک حمیر سے ان کے علاقوں میں آباد کاری اور تجارت کے پروانے حاصل کئے۔

مورخین نے ہاشم کو اس لئے نمایاں مقام عطا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ حجاج کو پانی پلاتے اور کھانا کھلاتے تھے اور اس سلسلہ میں وہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہاشم بہت فیاض اور سخی تھے اور وہ مہمانانِ خدا کی خاطر مدارات پر اپنی دولت صرف کرتے تھے[1] - حالانکہ انھیں مورخین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قریشی خاندانوں سے سقایہ اور رفادہ کے لئے ایک محصول وصول کرتے تھے جو فی خاندان "سو مثقال ہرقلی" ہوتا تھا[2] - اس سے ہاشم کو تنظیم و اہتمام کا اعزاز ضرور ملتا ہے مگر سخاوت و فیاضی کا وہ فخر حاصل نہیں ہوتا جو ہمارے مورخین ثابت کرتے ہیں[3] - عرب کے دوسرے خاندان سخاوت و فیاضی میں اور اپنا مال خرچ کرنے میں کسی دوسرے سے پیچھے نہیں تھے[4] - چنانچہ اس تنقیح سے ہاشم اور امیہ کے درمیان مبیّنہ منافرہ کی روایت تاریخی بنیادوں اور تنقیدی معیار پر پوری نہیں اُترتی اور عہدِ عباسی کے اس پروپیگنڈے کا حصّہ معلوم ہوتی ہے جو اس زمانہ میں بنو امیہ کو مطعون کرنے کے لئے بڑے زور و شور بعض اطراف سے چلایا جا رہا تھا - یہی حال کم و بیش عبدالمطلب بن ہاشم اور حرب بن امیہ کے درمیان ہونے والے مبیّنہ منافرہ کا ہے - یہی وجہ ہے کہ ایک خاص طبقۂ فکر کے مورخین کے سوا اور مصنفین و محققین نے ان دونوں منافرتوں کا ذکر ہی نہیں کیا ہے -

پھر اگر ان دونوں خاندانوں کے درمیان دو موقعوں پر ہونے والے منافرہ کو تاریخی اور

---

[1] ابن سعد، ص ۷۸، طبری ص ۳۷-۳۸، شبلی ص ۱۵۵ [2] ابن سعد، ص ۷۸

[3] ابن اسحاق، ص ۵۸ ہاشم کی تقریر کا ایک ٹکڑا نقل کرتے ہیں "کہ اگر میرے ذرائع کافی ہوتے تو میں تم پر یہ بوجھ نہ ڈالتا" ظاہر ہے کہ ہاشم سقایہ اور رفادہ کے اخراجات پر صرف اپنی دولت نہیں صرف کرتے تھے اور نہ ہی یہ ایک شخص یا ایک خاندان کے بس کی بات تھی جیسا کہ ابن اسحاق ص ۳۲-۳۰ کے ایک اور حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جس کا ذکر آئندہ آئے گا -

[4] ابن اسحاق، ص ۲۱، ۳۲-۳۰ - ازرقی ص ۱۷۵ کا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ولید بن مغیرہ تنہا ایک سال غلافِ کعبہ کے اخراجات اٹھاتے تھے جبکہ دوسرے سال قریش کے دوسرے تمام خاندان چندہ کر کے غلافِ کعبہ منگواتے تھے اسی لئے ان کو العدل کا خطاب ملا تھا -

حقیقی تسلیم بھی کرلیا جائے تو انھیں مورخین کی دوسری روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منافرہ عرب سماج میں اکثر و بیشتر پیش آنے والا واقعہ تھا اور صرف خاندانِ ہاشم اور خاندانِ اُمیّہ کے درمیان ہی محدود نہیں تھا۔[۱] ابن سعد کی روایت کے مطابق عبدالمطلب بن ہاشم اور طائف کے ثقفی سردار جندب بن حارث کے درمیان منافرہ ہوا تھا جس میں فیصلہ عبدالمطلب کے حق میں ہوا تھا۔[۲] اسی طرح طبری کی ایک روایت میں عبدالمطلب بن ہاشم نے ایک کنوئیں کی ملکیت کے نزاع پر اپنے چچا نوفل بن عبد مناف سے منافرہ کرنا چاہا تھا مگر قریشیوں نے چچا اور بھتیجے کے درمیان منافرہ کرنے کے تنازعے میں پڑنے سے انکار کر دیا تھا۔[۳] حیرت ہے کہ قریشیوں نے چچا بھتیجوں کے درمیان اس منافرہ سے پہلے اور بعد دو دو منافرے ہونے دیئے تھے۔ بہرکیف عبدالمطلب نے اپنے چچا نوفل کے خلاف اپنے ننہالی رشتہ دار یعنی مدینہ کے بنجاریوں سے فوجی مدد مانگی تھی۔ نوفل نے فوجی دباؤ کے تحت کنواں تو واپس کر دیا مگر بنو ہاشم کی بجائے بنو عبد شمس سے معاہدۂ حلف استوار کر لیا تھا۔[۴] اسی طرح ازرقی نے بنو عدی اور بنو شمس کے درمیان ایک منافرہ کا ذکر کیا ہے[۵]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرب سماج میں منافرہ کے کثرت و تنوع کے باوجود کیا منافرہ سے دو

---

[۱] ازرقی، ص۱۱۲ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد ص۸۸-۸۹ اور حوالہ جات آئندہ [۲] ابن سعد ص۸۸-۸۹

[۳] طبری، ص۳۵-۳۴ [۴] ایضاً۔ لیکن طبری ص۳۶ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نوفل نے اس واقعہ کے بعد خود کچھ نہیں کیا تھا البتہ عبدالمطلب نے خود خزاعہ سے حلف کا معاہدہ کر لیا تھا۔ زبیری ص۱۹۷ کا بیان ہے کہ نوفل کے بیٹے عدی بن نوفل نے عبدالمطلب سے سقایہ عدی جو صفا اور مروہ کے درمیان واقع تھا کے سلسلہ میں نزاع کیا اور اپنے رشتہ داروں کی مدد سے حاصل کر لیا جیسا کہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن زبیری، ص۱۹۷ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوفل کے بیٹے عدی نے عبدالمطلب سے نزاع کیا تھا اور بنی خولید بن اسعد کی مدد سے کامیابی حاصل کی تھی۔

[۵] ازرقی، ص۱۱۲

متعلقہ شخصوں اور فردوں کے درمیان پیدا ہونے والی رنجش خاندانی رقابت اور چشمک میں تبدیل ہو جاتی تھی؟ اور کیا ایک منافرہ کے اثرات اتنے گہرے اور دور رس ہوتے تھے کہ نسل در نسل عداوت اور دشمنی جاری و ساری رہے؟ ہاشمی اور اُموی خاندانوں کے درمیان منافرہ پر مبالغہ آمیز زور دینے والے مورخین اور مصنفین اس کا اثبات میں جواب دیتے ہیں[۱] لیکن حقایق اس کی نفی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہاشم اور اُمیہ کے درمیان پہلے منافرہ کے بعد تلخی پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں ایک روایت کے مطابق امیہ کو دس سال جلاوطنی کی زندگی گذارنی پڑی اور بھاری جرمانہ دینا پڑا[۲] اگر مورخین کے بیان کے مطابق دونوں خاندانوں میں عداوت کا یہ پہلا زہرناک بیج تھا جس نے دونوں کو ایک دوسرے کا ہمیشہ کے لئے دشمن بنا دیا تھا تو یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہئے تھا کہ بعد میں ان دونوں کے درمیان اخوت، رشتہ داری اور دوستی کے روابط نظر نہ آنے چاہئیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب اور امیہ کے بیٹے حرب ایک دوسرے کے ندیم تھے[۳] منطقی نتیجہ کے لحاظ سے ان دونوں کو ایک دوسرے کا ندیم نہیں ہونا چاہیئے تھا چنانچہ جیسا کہ عبدالمطلب اور حرب کے درمیان منافرہ کے بعد ہوا۔ لیکن یہ رنجش محض وقتی اور ناپائیدار تھی کیونکہ عبدالمطلب نے اس کے بعد اپنی چھ بیٹیوں میں سے دو بیٹیوں صفیہ اور اُم حکیم کی شادی بالترتیب حرب کے ایک بیٹے اور اموی خاندان کے ایک کرنبز سے کی تھی۔ تیسری بیٹی اُمیمہ بنو اُمیہ کے حلیف جحش سے منسوب تھیں[۴]۔ اسی طرح عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے ابولہب کی شادی اُم جمیل سے کی تھی جو حرب کی بیٹی اور ابو سفیان کی بہن تھی[۵] اگر دونوں مبیّنہ منافرتوں کی رنجش اتنی ہی شدید ہوتی جیسی کہ بتائی جاتی ہے تو دونوں خاندانوں کے درمیان ازدواجی تعلقات

---

[۱] ابن سعد، ص ۷۸، ۷۶، طبری ص ۳۸-۳۰۔

[۲] ابن سعد اور طبری کی روایت اس اعتبار سے بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ عبد شمس کے بعد امیہ قریش کے قائد ہونے کے سبب مکہ میں موجود رہے تھے [۳] ابن سعد ص ۸۷

[۴] ابن سعد، طبقات کبریٰ، مرتبہ سخاؤ (Sacha) لنڈن ۱۹۰۵ء جلد ہشتم ص ۳۱-۲۷- ابوعبداللہ مصعب الزبیری کتاب نسب قریش مرتبہ لیفی بروفنسال، پیرس ۱۹۵۳ء، ص ۱۹-۱۸- [۵] ازرقی، ص ۲۲۳، ابن سعد چہارم ص ۵۹۔ اُم جمیل کے دو بیٹے عتبہ اور معتب بعد میں اسلام لائے۔

کی استواری ناممکن ہوتی۔ اس کے علاوہ عبدالمطلب اور ثقفی سردار کے درمیان منافرہ کے باوجود دونوں قبائل میں تجارتی تعلقات برابر قائم رہے اور عبدالمطلب اور ان کے بعد عباس بن عبدالمطلب اہل طائف کو برابر سود پر ادھار دیتے رہے۔ ۱؎ جہاں تک عبدالمطلب اور نوفل بن عبدمناف کے درمیان تنازعہ اور اس کے نتیجہ میں رنجش کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں طبری کی ایک روایت نوفل کو بری قرار دیتے ہوئے عبدالمطلب کے بارے میں کہتی ہے کہ انھوں نے نوفل کے خلاف قبیلہ خزاعہ سے حلف کا معاہدہ کیا تھا۔ ۲؎ بہرکیف اس تمام تصریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اول تو منافرہ عرب سماج کے مختلف خاندانوں اور مختلف افراد کے درمیان ہوتا ہی رہتا تھا اس میں بنوہاشم اور بنوامیہ کی تخصیص تاریخی دیانت کے خلاف ہے۔ دوسرے منافرہ کا اثر وقتی ہوتا تھا جو انفرادی تعلقات کو عارضی طور پر تو ضرور متاثر کرتا تھا مگر زندگی بھر کا روگ نہیں بنتا تھا۔ سوم یہ کہ منافرہ کی رنجش قومی عداوت اور خاندانی رقابت میں کبھی نہیں تبدیل ہوئی۔ اور چہارم یہ کہ عرب میں قومی دشمنی عموماً قبائلی بنیادوں پر چلتی تھی۔ اور پنجم یہ کہ یہ قبائلی اتحاد و حلف کے معاہدے بھی ضرورت اور وقت کے ساتھ بدلتے رہتے تھے جیسا کہ ہم بنی عبدمناف اور بنی عبدالدار کے درمیان مخالفت کے زمانہ میں دیکھ چکے ہیں اسی طرح بعثت نبوی کے زمانے میں ہم کو بین القبائلی رشتوں میں مسلسل تبدیلی نظر آئے گی ۳؎

۱؎ ابن سعد، مرتبہ سخاؤ، جلد ہشتم ص۱۳۱، ۲۷؛ ازرقی ص۱۰۰؛ طبری، تفسیر آیت ربا؛ ازرقی ص۷۰؛ بلاذری، فتوح البلدان، مصر ۱۹۳۲ء ص۶۵ - ۲؎ طبری، ص۱۳۶۶ ۳؎ واٹ، ص۸-۶ نے ماخذ کی بنیاد پر بعثت نبوی کے قریب زمانے میں حسب ذیل گروہ بندی بتائی ہے۔

گروہ الف	گروہ ب	گروہ ج
۱۔ بنو ہاشم	۱۔ بنو عبد شمس (امیہ)	۱۔ بنو مخزوم
۲۔ بنو المطلب	۲۔ بنو نوفل	۲۔ بنو سہم
۳۔ بنو زہرہ	۳۔ بنو اسد	۳۔ بنو جمح
۴۔ بنو تیم	۴۔ بنو عامر	۴۔ بنو عبدالدار
۵۔ بنو عدی		
۶۔ بنو الحارث بن فہر		

حاشیہ ۱؎ پر دی گئی گروہ بندی سے موجودہ تقسیم کا تقابلی مطالعہ کرنے سے صورت حال واضح ہو جاتی ہے

ہاشمی اور اموی خانوادوں کی مبینہ رقابت کے سلسلہ میں مکی سیاست میں ان دونوں کی حیثیت کا جائزہ ہاشم و امیہ کے زمانے تک لیا جا چکا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ہمارے بعض فاضل مورخین نے ہاشم کے مقابلہ میں امیہ کو صفر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہی کوشش انھوں نے عبدالمطلب کے مقابلہ میں امیہ کے جانشین حرب کے لئے روا رکھی ہے۔ جبکہ حقائق کے برعکس نہیں ہیں تو اس کے خلاف ضرور ہیں اس کے لئے مکی اشرافیہ میں دونوں خاندانوں کے مقام کا جائزہ لینا ناگزیر ہے۔ تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق ہاشم کی اچانک موت کی بنا پر خاندانِ ہاشمی کے ہاتھ سے سقایہ اور رفادہ مُطلب کے خاندان میں عارضی طور پر منتقل ہو گیا[1] کیونکہ مشہور روایت کے مطابق ہاشم لاولد فوت ہو گئے تھے۔ بہرکیف بعد میں عبدالمطلب اپنے چچا کے ساتھ اپنی ننھیال سے مکہ آئے اور بلوغ پر اپنے باپ کے جانشین بنے[2]

واضح رہے کہ عبدالمطلب کے پاس صرف دو عہدے سقایہ اور رفادہ تھے جبکہ قیادہ بنو امیہ کے شیخ حرب بن اُمیہ کے پاس تھا اور بقیہ سات مناصب دوسرے قریشی سرداروں کے ہاتھ میں تھے[3]

عبدالمطلب کی ۵۷۸ء میں وفات کے بعد ہاشمی خانوادہ کی سیادت قبائلی انداز پر تقسیم ہوئی اور

---

۱ ابن اسحاق، ص۵۹؛ ابن سعد، ص۸۱؛ طبری، ص۳۸، واٹ ص۳۱

۲ ابن اسحاق، ص۵۸-۶۱؛ ابن سعد، ص۸۳؛ شبلی، ص۱۵۶-۷

۳ ازرقی ص۱۷ کے مطابق ۵۷۳ء میں سیف ذی یزن والی یمن کو حبشہ پر فتح حاصل کرنے اور عرب قوم کی بے عزتی کا بدلہ لینے پر جو قریشی وفد مبارک باد دینے گیا تھا اس میں تین سردار قریش تھے عبدالمطلب، امیہ اور خویلد بن اسد۔ اسی زمانہ کے لگ بھگ قریش اور بنی بکر بن عبدمناۃ (کنانہ) میں جنگ ہوئی جس میں قیادہ کا عہدہ حرب بن امیہ کے پاس تھا جس طرح فجار کی جنگوں میں حرب نے قریشی افواج کی کمان کی تھی۔ ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ عبدالمطلب کو قریش کا رئیسِ اعظم ثابت کرنا نیک جذبہ تو ضرور ہے مگر ہے واقعہ اور تاریخی حقیقت کے خلاف۔ ملاحظہ ہو شبلی ص۱۵۶-۷ وغیرہ۔

زبیر بن عبد المطلب (فرزند اکبر) جنگ فجار ۵۹۱ء میں آل ہاشم کے علمبردار کی حیثیت سے نظر آتے ہیں[1]۔ جبکہ ازرقی کے بیان کے مطابق رفادہ ابو طالب کو اور سقایہ عباس بن عبد المطلب کو ملا تھا[2] اگرچہ ابن اسحاق کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں (اور غالباً اس سے پہلے بھی) رفادہ کا عہدہ باری باری سے مکہ کے نو خاندانوں میں گردش کرتا رہتا تھا[3] یہ روایت زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ حاجیوں کی ایک بڑی تعداد کی خبرگیری اور کھانے کا مستقل انتظام ایک چھوٹے سے خاندان کے لئے کافی دقت طلب اور مشکل امر تھا۔ بہرکیف معلوم ہوتا ہے

---

[1] ابن سعد، اول ص۱۲۷ [2] ازرقی ص۷۰

[3] ابن اسحاق، ص۳۲۱-۳۲۲ جنگ بدر کے اختتام پر حسب ذیل تفصیل رفادہ کے سلسلہ میں دیتے ہیں کہ قریش کے مذکورہ ذیل خاندانوں کے مالدار اور اہم افراد باری باری سے رفادہ کا انتظام کرتے تھے۔

۱۔ بنو ہاشم	=	عباس بن عبد المطلب
۲۔ بنو عبد شمس	=	عتبہ بن ربیعہ
۳۔ بنو نوفل	=	حارث بن عامر اور طعیمہ بن عدی — باری باری سے
۴۔ بنو اسد	=	(ابو البختری اور حکیم بن حزام — باری باری سے
۵۔ بنو عبد الدار	=	نضر بن حارث
۶۔ بنو مخزوم	=	ابو جہل
۷۔ بنو جمح	=	امیہ بن خلف
۸۔ بنو سہم	=	نبیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج - باری باری سے
۹۔ بنو عامر بن لوی	=	سہیل بن عمرو بن عبد شمس

مگر اس زمانے میں ہاشمی خانوادہ کی ساکھ کافی کم ہوگئی تھی - ابن سعد حرب فجار کے زمانے میں جن آٹھ رؤسائے قریش کا ذکر کرتے ہیں ان میں تین اموی، ایک جمحی، ایک تیمی، ایک مخزومی ایک سہمی اور ایک عبدری تھے۔ ہاشمی خانوادہ میں سے کسی کا ذکر نہیں ہے۔[۱] اس کے علاوہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق "حرب بن امیہ" قریش اور کنانہ کے سردار تھے۔[۲] حرب بن امیہ کی موت کے بعد قیادہ کا منصب ان کے بیٹے ابوسفیان بن حرب کو ملا۔[۳] اس وقت سے لیکر فتح مکہ ۸ھ / ۶۳۰ء تک ابوسفیان قریشی افواج کے سالار اعلیٰ رہے سوائے غزوۂ بدر ۲ھ / ۶۲۴ء کے جب ابوسفیان کی غیر حاضری میں قریشی افواج کی کمان ابوجہل مخزومی کے ہاتھ میں تھی - یہاں اس امر کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریشی افواج کی قیادت "اسلام دشمنی" یا مخالفت رسول کی ذاتی بنیادوں پر نہیں کی تھی، بلکہ قریش کی اور اہل مکہ کی فوجوں کے مقررہ قبائلی قائد کے طور پر کی تھی۔ جس میں ان کی اسلام دشمنی اور عداوت رسول کو اتنا ہی دخل تھا جتنا قریش کے تمام کفار بشمول ابولہب بن عبدالمطلب ہاشمی اور عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کو تھا۔

بہرکیف بعثت نبوی کے زمانے میں مکہ میں قریشی اشرافیہ کی جو تنظیم تھی وہ العقد الفرید اور ازرقی کے متفقہ بیان کی صورت میں حسب ذیل تھی۔

نمبر شمار	منصب	منصب دار	منصب دار کا خاندان
(۱)	حجابہ اور لواء	عثمان بن طلحہ	بنو عبد الدار
(۲)	رفادہ	حرث بن عامر	بنو نوفل
(۳)	سقایہ	عباس بن عبدالمطلب	بنو ہاشم
(۴)	مشورہ	یزید بن ربیعۃ الاسود	بنو اسد
(۵)	دیت ومغارم	ابوبکر بن ابی قحافہ	بنو تیم

۱؎ ابن سعد، ص۱۲ ۲؎ ابن اسحاق ص۸۲ ۳؎ العقد الفرید، جلد سوم، ص۳۱۴، نیز ازرقی ص۱

نمبر شمار	منصب	منصب دار	منصب دار کا خاندان
(۶)	قبادہ	ابوسفیان بن حرب	بنو امیہ
(۷)	قبہ	ولید بن مغیرہ	بنو مخزوم
(۸)	سفارہ ومنافرہ	عمر بن خطاب	بنو عدی
(۹)	ازلام وایسار	صفوان بن امیہ	بنو جمح
(۱۰)	اموال	حرث بن قیس	بنو سہم[۱]

جیسے کہ اوپر حوالہ گذر چکا ہے کہ یہ مناصب اور عہدے ان خاندانوں میں نسل در نسل منتقل ہوتے رہے اور اس کی تصریح صاف الفاظ میں العقد الفرید کے ایک روایت سے ہوتی ہے[۲] جدید مورخین خصوصاً مغربی محققین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ قریش کے مختلف سرداروں کی اشرافیہ شہری حکومت کا کاروبار چلاتی تھی[۳] اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قریش کے تمام اہم خاندان ایک دوسرے کے ہم پلّہ تھے البتہ بعض ادوار میں بعض عظیم شخصیات کی بدولت ان خاندانوں کے وقار اور ساکھ میں اتار چڑھاؤ آتا ہی رہتا تھا۔ عرب کے قبائلی نظام میں کسی ایک خاندان کی اجارہ داری ممکن ہی نہیں تھی کیونکہ کوئی ایک خاندان دوسرے کی برتری تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ مکہ کے قریشیوں کی چشمک برادرانہ زیادہ تھی معاندانہ کم جبکہ عام خیال یہ ہوگیا ہے کہ قریش کے مختلف

[۱] العقد الفرید جلد سوم، صـ۳۱۲ ؛ ازرقی صـ۷۔ ان دونوں کے بیان میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ العقد الفرید کا بیان ہے کہ لواء بنو امیہ کے پاس تھا جو کہ غلط ہے کیونکہ لواء ہمیشہ بنو عبدالدار کے ہاتھوں میں رہا جیسا کہ ازرقی صـ۶۶ تصریح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جنگ بدر میں مکہ کی فوج میں لواء کا عہدہ بنو عبدالدار کے ایک فرد کے پاس ہی تھا۔ ملاحظہ ہو ابن سعد صـ۱۵ جو کہتے ہیں کہ قریش مشرکین کے تین لواء تھے اور تینوں عبدالدار کے افراد کے ہاتھوں میں تھے۔ زبیری صـ۲۵۱-۲۵۵ نے غزوہ احد میں کم سے کم ۹ علمبرداروں کے نام گنائے ہیں جو مکی فوج میں تھے اور یہ سب کے سب عبدری تھے۔ اسلئے ازرقی کا بیان صحیح ہے کہ بنو امیہ کو قیادہ حاصل تھا۔ بنو عبدالدار میں حجابہ، ندوہ اور لواء کے تاریخی تسلسل کیلئے ملاحظہ ہو ازرقی صـ۶۶۔ [۲] العقد الفرید جلد سوم، صـ۳۱۵ [۳] گرونی باام (Grunebaum) کلاسیکل اسلام (Classical Islam) ترجمہ کیتھرین واٹسن (Catherine Watson)، لندن ۱۹۷۰ء، صـ۲۰۔ اس کی تائید الفاکہی کی کتاب المنتقی فی اخبار ام القری مرتبہ Ferdinand Wustenfeld، بیروت ۱۹۶۴ء صـ۱۳۳ سے ہوتی ہے۔ الفاکہی کا بیان ہے کہ "ان میں سے کوئی بھی قریش پر بادشاہ نہیں تھا بلکہ وہ قریش کی رضامندی سے قوم کے سردار بنے تھے۔"

خاندان ایک دوسرے کو زک دینے پر تلے رہتے تھے ۔ نہ ہی ان کی مسابقت کی کشمکش قبائلی دشمنی پر مبنی تھی جیسا کہ عرب کے متعدد قبائل کے درمیان دستور تھا ۔

بہرکیف ہاشمی اور اموی خاندانوں کے درمیان رقابت کے سلسلہ میں یہ نکتہ اہم ہے کہ یہ دونوں "عم زاد خاندان" ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں تھے اور دشمنی اور عداوت کے جذبات کبھی کارفرما نہیں رہے ۔ اس نظریہ کی تصدیق دونوں خاندانوں کے درمیان کاروباری اور تجارتی تعلقات اور ازدواجی رشتوں سے ہوتی ہے ۔ ذکر گذر چکا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کی شادی بنی امیہ میں کی تھی ۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اور (ہجرت کے بعد) خاندانِ امیہ سے ازدواجی رشتے قائم کیے تھے ۔ آنجناب کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب کا نکاح اموی خانوادہ کے ایک ممتاز فرد ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس سے [1] اور دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح ایک اور اموی اہم فرد حضرت عثمان بن عفان سے مکہ میں قبل ہو چکا تھا[2] ۔ اگر اموی اور ہاشمی خاندانوں میں ویسی ہی عداوت ہوتی جیسی کہ ہمارے بعض طبقے بتاتے ہیں تو کم از کم بعثتِ نبوی سے پہلے کے زمانہ میں ان دونوں خاندانوں میں ازدواجی تعلقات کا قیام ممکن نہ ہوتا ۔

گذشتہ صفحات میں متعدد روایات اور واقعات کی تنقیح و تنقید سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خاندان بنی ہاشم اور خاندانِ بنی امیہ کے درمیان برادرانہ چشمک رہی ہو تو رہی ہو مگر قومی اور خاندانی عداوت کبھی نہیں رہی ۔ پھر آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مفروضی رقابت کی شہرت کب اور کیوں کر ہوئی ؟ اوپر حوالہ گذر چکا ہے کہ دونوں خاندانوں میں رقابت ثابت کر دینے کا کام عباسی خلافت کے دعویداروں اور بنی امیہ کی حکومت کو غاصب اور دشمنِ اسلام نہیں ثابت کر سکتے تھے ۔ چنانچہ ان "اموی دشمن" طبقات نے اپنے سیاسی مقاصد و اغراض کے تحت بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان تاریخی عداوت کے واقعات گھڑے اور ان کو اتنی شہرت دی

---

[1] ابن اسحاق ، ص۳۱۳ ، بخاری ، باب فضائل اصحاب النبی کی ایک حدیث میں انھیں کی تعریف ہے

[2] ابن اسحاق ، ص۱۴۳ ؛ ابن سعد ، سوم ص۵۵ نیز شبلی ، دوم ص۲۲۳-۲۶ ، مصعب زبیری ص۲۲

مصعب الزبیری ص۱۸ کے مطابق حضرت عثمان بن عفان رشتہ میں عبدالمطلب ہاشمی کے نواسے ہوتے تھے کیونکہ ان کی ماں اروی بنت کریز عبدالمطلب کی بیٹی ام حکیم کی دختر تھیں ۔

کہ وہ عہدِ عباسی میں لکھی جانے والی کتب تاریخ میں جگہ پا گئے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سیرتِ نبوی کی موجودہ اولین کتاب یعنی ابن اسحاق کی سیرت رسول اللہ میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان منافرہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ جبکہ دوسری متداول کتب میں اس کے جابجا حوالے ملتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن اسحاق عہدِ عباسی کے آغاز ہی میں اپنی کتاب مکمل کر چکے تھے جب عوامی پروپیگنڈے نے علمی دُنیا میں راہ نہ پائی تھی۔ بہرکیف بعثتِ نبوی سے قبل مکہ کی سیاسی زندگی میں بنو امیہ اور بنو ہاشم کو منجملہ دوسرے قریشی خاندانوں کے کم وبیش مساوی درجہ حاصل تھا اور کسی کو کسی پر فضیلت و برتری مستقل طور پر نہیں حاصل تھی۔ حیرت ہے کہ بنو ہاشم کی افضلیت و تفوق کے دعویداروں کے لئے یہ شرف کافی نہیں ہو سکا کہ بنو ہاشم میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنم لیا تھا۔ یہ وہ شرف ہے جو خاندانِ ہاشم کو نہ صرف بنی اُمیہ، بلکہ تمام اقوامِ عالم پر برتری عطا کرتا ہے۔

قرآن اور تعمیر سیاست

مؤلفہ جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم۔ اے۔

قرآنی تعلیمات کا انسانی سیرت میں کیا دخل ہے اور ان تعلیمات کے ذریعہ سے اس کردار و سیرت کا کس طرح وجود و ظہور ہوتا ہے؟ یہ گراں قدر تالیف خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے قرآن اور تعمیر سیرت، تعلیماتِ قرآنی کا نچوڑ، تصوف اور ادبِ صالح کا گلشن آئینہ، احساسِ کمتری اور بے یقینی کی تاریکی میں چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض عنوانات:۔

(۱) عبادت و استعانت (۲) توحید الوہیت (۳) انسانِ کامل (۴) قرآن اور سیرت سازی (۵) کامیاب زندگی کا قرآنی تصور (۶) قرآن اور علاج خوف (۷) قرآن اور علاجِ حزن وغیرہ۔

متوسط تقطیع صفحات ۳۰۳ قیمت -/۱۵ پندرہ روپے (منیجر مکتبہ برہان)